مفہومِ قرآن
بدلنے کی واردات
حصہ چہارم
افادات
علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی
پی ایچ ڈی بغداد یونیورسٹی
اویسی بک سٹال
0333-8173630

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الاهداء

واقف رموز طریقت، چراغ بزم نقشبندیت، مظہر فیوض شیر ربانی

حضرت علامہ **میاں غلام اللہ** صاحب ثانی لا ثانی رحمۃ اللہ علیہ

کے نام جنہوں نے ہزاروں فسق و فجور میں مبتلا لوگوں کو راہ حق دکھایا۔

محمد اشرف آصف جلالی

جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر اسلام

لاہور

(نوٹ) حضرت ثانی لا ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تذکرہ کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

مفہوم قرآن بدلنے کی واردات

(قسط نمبر ۴)

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدِ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ

(پ ۱۶، سورۃ الکہف، آیت نمبر ۱۱۰)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ ۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۔

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰه

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا سَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰه

مَوْلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

هُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ

لِکُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

یَا اَکْرَمَ الْخَلْقِ مَالِیْ مَنْ اَلُوْذُبِهٖ

سِوَاکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہ واتم برھانہ واعظم شانہ کی حمد وثناء اور حضور پرنور شافع یوم النشور، محسن انسانیت، اسوۂ آدمیت، قائد الانبیاء، محبوب کبریا احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیۂ درود وسلام عرض کرنے کے بعد۔

محتشم حضرات! آج ہماری گفتگو کا موضوع ''مفہوم قرآن بدلنے کی واردات'' ہے یہ موضوع ہم نے اس سے قبل تین قسطوں میں بیان کیا اور پہلی دو قسطیں کتابی شکل میں بھی شائع کی گئیں۔ آج یہ چوتھی قسط ہے۔

قرآنِ مجید برہان رشید کا فہم اس پر عمل کرنے کیلئے ضروری ہے جس کے حصول کیلئے کوشش بھی ہونی چاہیئے۔ قرآن مجید برہان رشید کی تبلیغ، اس کی تعلیمات کو عام کرنا، یہ اس وقت ہماری سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔

بندۂ ناچیز خالق کائنات جل جلالہٗ کا بے حد مشکور ہے کہ ہم نے قرآن و سنت کے پروگراموں کے تسلسل کو بڑھاتے ہوئے یکم اپریل ۲۰۰۳ء سے دس اپریل ۲۰۰۳ء تک پتوکی میں تعلیم قرآن وسنت کے کورس کا اہتمام کیا۔ روزانہ نماز عشاء کے بعد 9 بجے سے 10:15 بجے تک ہماری کلاس ہوتی رہی اور اللہ کے فضل وکرم سے ہزاروں لوگوں نے قرآن مجید برہانِ رشید کی ہماری اس دعوت کو سنا۔ گذشتہ رات ہمارا آخری سبق تھا۔ پتوکی کمیٹی گراؤنڈ میں بہت بڑا اجتماع تھا جس میں ہم نے دسواں سبق مکمل کیا۔

قرآن وسنت کی دعوت ایک تحفہ ہے جس کو ہم پوری دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں۔ میری دعا ہے خالق کائنات جل جلالہٗ اس اچھی تمنا کو بارآور فرمائے۔ نہ صرف

قرآن مجید کا سوز بلکہ صحیح مفہوم گھر گھر بانٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔

''مفہوم قرآن بدلنے کی واردات'' اس موضوع کا تعارف تو یقیناً ان حضرات کو ہو گا جو اس سے قبل کی تین قسطیں سن چکے ہیں۔قرآن مجید برہانِ رشید کا لفظی ترجمہ کرتے ہوئے قرآن مجید سے اپنا غلط مطلب نکالنے کی کوشش کرنا۔ یہ مفہوم قرآن پر واردات ہے۔

اس سے پہلے متعدد مثالیں ہم پچھلی اقساط میں بیان کر چکے ہیں۔ آج صرف ۲ آیات کے بارے میں گفتگو ہو گی جو کہ بڑے اہتمام سے پڑھی جاتی ہیں۔ بیان کی جاتی ہیں اور ان سے اپنا مطلب ثابت کیا جاتا ہے۔ ہم قرآنِ مجید کے اسلوب کو دیکھتے ہوئے یہ سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ خالق کائنات کی حکمت کا اس میں تقاضا کیا ہے؟ وہ کیا ظاہر فرمانا چاہتا ہے اور کس اسلوب میں اس آیت کو سمجھنا اور بیان کرنا چاہیئے۔

سورہ کہف پ ۱۶، آیت نمبر ۱۱۰ میں ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ

اے محبوب تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں میں تم جیسا ہوں، مجھے وحی آتی ہے۔

اور سورہ حمٓ سجدہ پ ۲۴، آیت نمبر ۶ میں ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ

تم فرماؤ آدمی ہونے میں تو میں تمہیں جیسا ہوں مجھے وحی ہوتی ہے۔

اس سے قبل رمضان المبارک کے ''فہم دین کورس'' میں میں لفظ بشر کی تحقیق اور مسئلہ نورانیت پر اچھی خاصی گفتگو کر چکا ہوں۔ آج کی گفتگو صرف اور صرف اس

www.SirateMustaqeem.net

آیت کے اسلوب کے لحاظ سے ہے جو یہ معین کرے گی کہ بشر کا معنیٰ کیا ہے؟ اور بشر سے یہاں مراد کیا ہے؟

کچھ لوگوں کے یہ آیت پڑھنے کا معمول ہے تاکہ اس سے یہ ثابت کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محض ایک سطحی انسان تھے، ہم میں اور ان میں کوئی فرق نہیں، وہ کسی طرح کی نورانیت سے متصف نہیں، ان کی حقیقت نور نہیں۔ المختصر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کا انکار کرنے کیلئے اس آیت کو پڑھا جاتا ہے اور ترجمہ کیا جاتا ہے۔

آیت بھی صحیح ہے، ترجمہ بھی صحیح ہے مگر اس سے یہ مطلب نکالنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور ہم میں کوئی فرق نہیں، وہ نور نہیں۔ یہ قرآنِ مجید کے مفہوم پر ایک واردات ہے۔ خالق کائنات کی ان آیات کا ہرگز یہ تقاضا نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نور نہیں ہیں۔ ان میں اور ہم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ترجمہ ٹھیک ہے لیکن جو مطلب وہ لوگ ان آیات سے نکالنا چاہتے ہیں، اس سے نہ قرآن راضی ہے نہ صاحب قرآن راضی ہے اور نہ ہی خالق کائنات جل جلالہٗ راضی ہے۔

اسلوب کو دیکھ کر ہم سمجھیں گے کہ اصل مطلب ہے کیا؟

جہاں تک لغت کی کتب کا تعلق ہے۔ لغت کے امام ابن منظور کی لسان العرب کے مطابق:

اَلْبَشَرُ اَلْاِنْسَانُ (جلد۴، ص۶۰)

بشر کا معنیٰ انسان ہے۔

یہ لفظ مذکر پر بھی بولا جاتا ہے اور مونث پر بھی

اَلْبَشَرَۃُ ظَاھِرُ الْجِلْدِ (لسان العرب ۴/۶۰)

بشرا سے کہا جاتا ہے جو ظاہر الجلد ہو۔

یعنی جس کے بدن پر طبعی طور پر نہ اون ہو نہ پر ہوں۔

بشر کی تعریف لغت کی کسی کتاب میں یہ نہیں ہے کہ بشر وہ ہوتا ہے جو مٹی کا بنا ہوا ہو، جس کی حقیقت خاک ہو یا بشر وہ ہوتا ہے جس کی حقیقت نور نہ ہو۔

لغت کے امام اسماعیل بن حماد جوہری نے لکھا ہے:

اَلْبَشَرَۃُ وَالْبَشَرُ ظَاھِرُ جِلْدِ الْاِنْسَانِ (صحاح ۲/۵۹۰)

بَشَرَۃٌ اور بَشَر انسان کی ظاہر جلد کو کہا جاتا ہے۔

تعریف کا تقاضا ظاہر الجلد ہونا ہے۔ خواہ اس کی حقیقت نور ہو یا خاک ہو۔ ہم جیسے خاکی پتلے ظاہر الجلد ہیں اور ہماری حقیقت مٹی ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ظاہر الجلد ہیں۔ لیکن ان کی حقیقت اللہ کا نور مخلوق ہے۔

خالق نور اور ہے اور مخلوق نور اور ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اللہ تبارک وتعالیٰ سے یوں مختلف ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کوئی جز و نہیں' اس کا کوئی حصہ نہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا نور مخلوق نہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نور کہا جاتا ہے تو یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا پیدا کیا ہوا نور ہے۔ لہذا ان دونوں نوروں کے درمیان کوسوں میل اور زمین وآسمان سے زیادہ ہے۔ آپ کے نور ہونے کے باوجود اللہ کی ذات کے ساتھ کسی قسم کی کوئی شراکت ہے نہ مماثلت۔

محتشم سامعین حضرات! پہلی آیت قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ جو سورہ کہف میں ہے اس سے پہلے کی آیت دیکھیں تو وہ صحیح مطلب سمجھ میں آئے گا جو آج سے صدیوں

قبل محدثین ومفسرین نے لکھا۔ برصغیر میں جب کچھ لوگوں نے اس سے اختلاف کیا' نور اور بشر کے مسئلے کو چھیڑا' اعتراض کیا' ہم اس وقت کی بات نہیں کرتے' ہم پیچھے تیسری' چوتھی' پانچویں صدی میں چلے جاتے ہیں' صحابہ کے عقائد دیکھ لیتے ہیں اور پچھلی صدیوں کے مفسرین کی تفسریں پڑھ لیتے ہیں' ان میں سے ہر ایک کی سوچ وہی سوچ ہے جو آج سنی عقیدہ میں موجود ہے۔ پچھلی دس گیارہ صدیوں میں کوئی ایسی جڑ نہیں ملتی جس کا تعلق اس فکر کے ساتھ ہو جو آج رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نورانیت کی نفی کرتی ہو۔

محتشم سامعین حضرات! اس آیت سے پہلے خالق کائنات کا یہ فرمان ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ ۔

اے میرے محبوب! تم فرمادو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کیلئے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔

یہ اس آیت کا ماقبل ہے کہ اے میرے محبوب آپ ان لوگوں سے فرمادیں کہ میرے رب کے کلمات اتنے زیادہ ہیں کہ سارے سمندر سیاہی بن جائیں' پھر بھی میرے رب کے کلمات کبھی ختم نہیں ہوں گے۔

قرطبی میں ہے کہ جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی انہوں نے کہا:

كَيْفَ وَقَدْ اُوْتِيْنَا التَّوْرَاةَ (قرطبی ۴۳۹/۲/۵)

ہمارا علم تھوڑا کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ ہمیں "تورات" دی گئی ہے۔

اس پر وہ سیخ پا ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمیں ''تورات'' آتی ہے' ہمیں بہت سے علوم آتے ہیں اور آپ ہمارے علم کو تھوڑا سا قرار دے رہے ہیں۔ اگر ہمارا علم تھوڑا ہے تو وہ کیا چیز ہے جس کو آپ علم کہہ رہے ہیں۔ اس کے جواب میں خالق کائنات نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اے میرے محبوب انہیں سمجھاؤ تم تورات کی کچھ سطریں پڑھ کے سمجھتے ہو کہ سارا علم یہی ہے۔ ہم نے علم کے سمندر پی لئے ہیں۔ ان سے فرما دو کہ سارے سمندر سیاہی بن جائیں اور میرے رب کے کلمات اس سیاہی سے لکھے جائیں تو وہ سمندر ختم ہو جائیں گے لیکن میرے رب کے کلمات ختم نہ ہوں گے۔

جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنے علوم کا اظہار فرمایا تو ایک تصور اُجاگر ہو رہا تھا کہ وہ اتنے سارے علوم جن کے مقابلے میں تورات والوں کا علم قلیل ہے' وہ سارے علوم جن کا آپ نے حوالہ دیا ہے وہ خالق کائنات جل جلالہ نے نبی اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے ہونگے' آپ ان کا تذکرہ فرما رہے ہیں تو پھر ان کے بارے میں پتہ بھی ہوگا' جانتے بھی ہوں گے۔

اللہ تعالٰی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اظہار عاجزی کیلئے آپ سے فرمایا کہ ان سے کہہ دو:

اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

میں ظاہری صورت بشری میں تم جیسا ہوں۔

معنی کیا ہوگا؟ فرمایا:

ای لَا اَعْلَمُ اِلَّا مَا يُعَلِّمُنِيَ اللّٰهُ (قرطبی ۴۳۹/۲/۵)

میں صرف وہ جانتا ہوں جو میرا رب مجھے عطا فرماتا ہے۔

ماقبل اور اسلوب کو پیش نظر رکھیں اور دیکھیں کہ یہاں سے پہلے کوئی ایسا دعویٰ ہی نہیں ہے کہ جس میں لوگوں نے کہا ہو کہ تم تو خدا کے نور ہو اور اس کے جواب میں آپ نے فرمایا ہو کہ نہیں، نہیں، میں تو نور نہیں ہوں، میں تو بشر ہوں۔ منکرین کے بقول خاکی ہوں۔

ماقبل میں کوئی ایسی بحث ہی نہیں چل رہی، کوئی ایسا دعویٰ ہی نہیں۔

ماقبل میں کوئی ایسا شان نزول ہی نہیں۔ بات ان کے علم کی ہو رہی تھی اور اللہ نے اپنے کلمات کی کثرت کا اظہار فرما دیا۔

چونکہ جس زبان سے اظہار ہوا، اس ذات سے اس علم کے ماننے اور جاننے کا نشان اُبھر رہا تھا۔ اس لئے خالق کائنات نے فرمایا کہ اے میرے محبوب اب اظہار عاجزی کرتے ہوئے فرما دو۔ میں خالق نہیں، مخلوق ہوں، بشر ہوں اس لئے میں صرف وہی جانتا ہوں جو میرے رب نے مجھے عطا فرمایا ہے۔

یہ تفسیر جو میں عرض کر رہا ہوں، امام طبری نے کی ہے جن کی وفات تین سو دس ہجری میں ہوئی۔

سرکار جو اعلان کر رہے ہیں کہ میں بشر ہوں، متقدمین مفسرین کے مطابق اس کا معنی کیا ہے؟ تفسیر طبری میں ہے۔

قُلْ لِهٰؤُلاءِ الْمُشْرِكِيْنَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ مِنْ بَنِيْ آدَمَ لَا اَعْلَمُ اِلاَّ مَا عَلَّمَنِيَ اللّٰهُ (طبری ۹/۲/۵۰)

اے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان مشرکوں سے کہہ دو، میں بنی آدم میں سے تمہاری مثل بشر ہوں۔ صرف وہی جانتا ہوں جو میرا رب مجھے سکھاتا ہے۔

میرا ذاتی کوئی علم نہیں، مجھے صرف وہی آتا ہے جو میرا خدا مجھے دیتا ہے اور وہ کتنا ہے؟ کتنا دیتا ہے؟ کس انداز میں ہے؟ اس کا کوئی دائرہ ہے؟ اس کا کوئی اندازہ ہے؟ اس کا کوئی پیمانہ ہے؟

فرمایا: فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى (پ ۲۷، سورۃ النجم، آیت ۱۰)

اس نے وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

اللہ نے اتنا دے دیا ہے، اتنا دے دیا ہے کہ اس کا کوئی پیمانہ ہی نہیں ہے۔ اس کا کوئی عدد ہی نہیں ہے کہ جس سے بیان کیا جا سکے۔

فرمایا: لوگو! خالق کائنات کی عطا کے بغیر میں کچھ نہیں جانتا، میں بشر ہوں خود نہیں جان سکتا مگر میرا خدا مجھے علم کے خزانے عطا فرمانے والا ہے۔

بشر کا یہ معنی کہ میں مٹی سے پیدا کیا گیا ہوں، صحابہ سے لے کر موجودہ صدی تک کسی محدث مفسر نے نہیں کیا۔ چیلنج کے طور پر یہ کہہ رہا ہوں کہ کوئی مفسر ایسا نہیں، کوئی محدث ایسا نہیں جس نے اس مقام پر کہا ہو کہ:

اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کی تفسیر یہ ہے کہ خُلِقْتُ مِنْ تُرَابٍ

لوگو! میں مٹی سے پیدا کیا گیا ہوں۔

میری حقیقت نور نہیں ہے۔ مجھے نور سے پیدا نہیں کیا گیا۔

پوری اُمت کی تاریخ چھان ڈالو۔ ایک مفسر کا بھی یہ قول نہیں ملے گا کیونکہ آیت انکار کر رہی ہے، ماقبل کا اسلوب انکار کر رہا ہے۔

خالق کائنات کا قرآن جس بحث کو آگے بڑھا رہا ہے وہ بحث علم کے لحاظ سے ہے۔ اللہ کے کلمات کی کثرت کے لحاظ سے ہے۔

لہٰذا سرکار اپنی بشریت کا حوالہ دے کر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ لوگو! اس زبان سے جو نکلتا ہے' خود نہیں اللہ کے دینے سے نکلتا ہے کیونکہ جو خود بولے' خود سارے کلمات کا علم رکھے' وہ الٰہ ہوتا ہے' وہ خالق ہوتا ہے۔ میں مخلوق ہوں' میں بشر ہوں' میں خود نہیں جانتا' اللہ تبارک وتعالیٰ کے دینے سے جانتا ہوں۔ اس کی عطا سے جانتا ہوں' اس کی تعلیم سے جانتا ہوں۔

گویا کہ آپ فرمارہے تھے لوگو! میں جو بیان کرتا ہوں تم حیران ہوتے ہو کہ کہیں عرش کی بات ہے' کہیں کرسی کی بات ہے' کبھی جنت کا تذکرہ ہے' کہیں دوزخ کی خبر ہے۔ یہ ساری غیب کی باتیں جو میں بتاتا ہوں' میں خود نہیں جانتا' مجھے خالق نہ سمجھ لینا' مجھے الٰہ نہ مان لینا' میں الٰہ کا بندہ ہوں اور وہ مجھے عطا فرماتا ہے۔

اس میں کتنی عظمت ہے' کتنی فضیلت ہے۔

اسلوب بیان اس بات کو معین کررہا ہے۔ آج جو شخص یہ مفہوم نکالنا چاہتا ہے کہ یہاں نورانیت کی نفی ہے۔ خدا کا قرآن' اس کا اسلوب بیان ایک فیصد بھی اس کی اجازت نہیں دیتا۔ قرآن مجید کا اسلوب معین کررہا ہے کہ جو بحث ماقبل میں چھڑی ہوئی ہے۔ اس کے جواب میں یہ فرمایا کہ میں بشر ہوں مطلب یہ بنا کہ میں خالق نہیں ہوں' الٰہ نہیں ہوں کہ خود یہ علم رکھوں' میں تو اس کا بندہ ہوں۔ وہ علم دیتا ہے تو میں بولتا ہوں۔

زمخشری متوفیٰ ۵۳۸ھ نے اپنی تفسیر کشاف میں اس آیت کے بارے میں جس کو کچھ لوگوں نے آج اپنا وظیفہ بنایا ہے کہ سرکار کی نورانیت کا انکار کیا جائے' لکھا ہے کہ اس آیت کے بارے میں تو پاک محبوب علیہ السلام کا یہ فرمان ہے:

مَنْ قَرَأَ عِنْدَ مَضْجَعِہٖ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ كَانَ لَہٗ مِنْ مَضْجَعِہٖ نُوْرٌ يَتَلَاْلَأُ مِنْ مَضْجَعِہٖ اِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُوْر

جو شخص روزانہ سوتے وقت اس آیت کی تلاوت کرے، اسے اللہ نور عطا فرمائے گا جو اس کے بستر سے لے کر بیت المعمور تک چمکے گا۔

جس آیت کو آج کا کوئی گمراہ انسان سرکار کی نورانیت کی نفی کیلئے بول رہا ہے اس آیت کا تو اتنا بڑا فیض ہے کہ سرکار ارشاد فرماتے ہیں کہ ''جو اس کو روزانہ پڑھے گا اللہ اسے بھی نور عطا فرمادے گا''۔ اب پڑھنے والے کی نیت پر ہے کہ وہ اسے سرکار کی نعت سمجھ کر پڑھتا ہے یا بغض وعداوت سے پڑھتا ہے۔ یہ اللہ کا قرآن ہے اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اور فضیلت بھی۔

کتنی بڑی فضیلت ہے؟ فرمایا! میرا جو اُمتی رات کو یہ آیت پڑھ کر سوئے گا

كَانَ لَہٗ مِنْ مَضْجَعِہٖ نُوْرٌ

اس کیلئے نور ہوگا۔ کیسا؟

يَتَلَاْلَأُ

اس سے بیت المعمور تک فضا جگمگا اُٹھے گی۔

اس پڑھنے والے سے لے کر بیت المعمور تک جتنی فضا ہے، ساری نور سے روشن ہو جائے گی۔

یہ آیتِ بشریت تو خاکیوں کو بھی نور دے رہی ہے۔

فرمایا: جو اس آیت کو سونے سے پہلے پڑھے گا، اس کو اتنا نور ملے گا کہ بیت المعمور تک ساری فضا روشن ہو جائے گی۔ یہ کیسی روشنی ہے؟

فرمایا: حَشْوُ ذٰلِکَ النُّوْرِ مَلَائِکَۃٌ یُّصَلُّوْنَ عَلَیْہِ حَتّٰی یَسْتَیْقِظَ

(کشاف ۲/۵۰۱)

یہ فرشتوں کے چہرے کی روشنی ہے۔ ان کے چہرے چمکتے ہیں۔ ان کی روشنی ہے۔ وہ کیوں آئے ہیں؟ کیا کرتے ہیں؟

فرمایا: جو یہ آیت پڑھ کے سو جاتا ہے جب تک بیدار نہیں ہوتا' وہ فرشتے اس کی مغفرت کیلئے دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔

کیسا قصیدہ ہے اور کیسی اس میں عظمت ہے کہ سونے والے کو نور ملتا ہے' فرشتوں سے بیت المعمور تک فضا منور ہو جاتی ہے۔

یہ سو رہا ہے' اپنی نیند پوری کر رہا ہے مگر خالق کائنات جل جلالہ نے اس نور والی آیت کے صدقے میں اس کو ایسی نورانیت دی ہے کہ اللہ کے فرشتے اس کیلئے دعائیں کر رہے ہیں۔

میں نے مفہوم قرآن پر واردات کرنے والوں کے مقابلے میں اختصار سے یہ بات سامنے رکھی ہے اور پورے شرح صدر سے کہتا ہوں کہ قیامت تک کوئی اس اسلوب کا جواب نہیں دے سکے گا۔ کیونکہ اس سے قبل والی آیت کو اُٹھا کر کوئی دوسری جگہ نہیں رکھ سکتا۔ جب وہ آیت پڑھی جائے گی' پھر یہ آیت پڑھی جائے گی۔ جو اس کا اسلوب ہے اس کو مان کے ہی اس آیت کا مطلب بیان کیا جا سکتا ہے اور جو بھی اس اسلوب کو مان کے اس کا مطلب بیان کرے گا تو یہاں سے سرکار کی نورانیت کی نفی نہیں بلکہ عظمتوں کا ثبوت ہو جائے گا اور یہ علم کی بات ہے۔

امام بیضاوی متوفی ۶۹۱ھ اس آیت کا معنی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

www.SirateMustaqeem.net

لَا اَدَّعِی الْاِحَاطَةَ عَلٰی کَلِمَاتِہٖ (بیضاوی ۳/ ۵۲۷)

''میں اللہ تعالیٰ کے کلمات پر احاطہ کا دعویٰ نہیں کرتا''۔

حضرت علامہ اسماعیل حقی کہتے ہیں:

اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کا معنی ہے آدَمِیٌّ مِثْلُکُمْ فِی الصُّوْرَةِ صورت میں میں تمہاری مثل ہوں۔ یعنی شکل انسانی میں ہوں۔

(روح البیان ۵/ ۳۰۹)

آیت نمبر ۲: دوسری آیت حٰمٓ السجدہ آیت نمبر ۶ میں ہے:

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰهُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ

اے محبوب! تم فرماؤ آدمی ہونے میں تو میں تمہیں جیسا ہوں مجھے وحی ہوتی ہے

اب اس آیت کا ماقبل پڑھیں۔

''وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْٓ اَکِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْهِ وَ فِیْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّ مِنْۢ بَیْنِنَا وَ بَیْنِکَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ۔ (پ ۲۴، سورہ حم السجدۃ، آیت ۵)

اور بولے ہمارے دل غلاف میں ہیں اس بات سے جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اور ہمارے کانوں میں ٹینٹ ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان روک ہے تو تم اپنا کام کرو ہم اپنا کام کرتے ہیں''۔

ان لوگوں یعنی مشرکین سے جب سرکار نے کہا کہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاؤ۔ خدا کو ایک مان لو اور مجھے اس کا رسول مان لو۔ مجھ پر قرآن نازل ہوتا ہے۔ یہ الفاظ جو کہ فصاحت سے بھرے ہوئے ہیں' بلاغت سے لبریز ہیں اور بالکل عام فہم اور انہیں کی عربی زبان میں ہیں۔ جب انہوں نے یہ الفاظ سنے تو انہوں نے کیا کہا؟

قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ   ہمارے دل غلاف میں ہیں۔

ہمارے دلوں پر پردے ہیں اس لئے پتہ ہی نہیں چلتا کہ تم کیا بولتے ہو؟

قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ ۔

ہمارے دل غلاف میں ہیں اس بات سے جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو

آپ ہمیں جو دعوت دے رہے ہیں ہمیں تو اس کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ آپ جو کچھ بولتے ہیں ہمیں تو اس کی سمجھ ہی نہیں آتی ۔ ہمارے دل تو یوں پردے میں ہیں جیسے کانوں کے اندر ڈاٹ دیئے گئے ہوں اور ان تک آواز ہی نہیں پہنچ رہی۔

وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ

ہمارے کانوں کے اندر ڈاٹ دیئے ہوئے ہیں۔

لہٰذا کوئی آواز اندر داخل نہیں ہوتی۔ آپ ویسے ہی تبلیغ کرتے رہتے ہیں آپ کی تبلیغ تو ہمارے دلوں تک پہنچتی ہی نہیں۔ یعنی وہ یوں اظہار کر رہے تھے جیسے کوئی انسان بھینس کے سامنے کھڑے ہو کر اسے تبلیغ کرنا شروع کر دے تو وہ آپ کی زبان سمجھے ہی نہ۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس کی زبان اور ہے اور آپ کی زبان اور ہے۔

مشرکین اس طرح کا اظہار کرتے ہیں کہ آپ کی حوصلہ شکنی ہو جب انہوں نے یہ کہا تو خالق کائنات نے فرمایا' انہیں کہو:

اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

بیوقوفو! میں بھی تو انسان ہی بول رہا ہوں۔

میں بھی انسان' تم بھی انسان' تمہیں انسان کی سمجھ نہیں آتی کہ کیا بول رہا ہے۔ تم کہتے ہو' ہمیں تمہاری بات سمجھ نہیں آتی ۔ میں کوئی فرشتہ تو نہیں بول رہا ہوں۔

اگر فرشتہ ہوتا تو تم اعتراض کرتے کہ ہمیں محسوس نہیں کرتے۔ آئے ہوتو پیکر کا پتہ نہیں چلتا۔ بولتے ہوتو صلصلۃ الجرس کی طرح آواز تو آتی ہے لیکن سمجھ نہیں آتی۔

میرا پیکر تمہارے سامنے ہیں میں بولتا ہوں کہ شہد کی مکھیوں جیسی بھنبھناہٹ کی آواز نہیں آتی بلکہ انسانی آواز میں بولتا ہوں۔

میں فرشتہ یا جن نہیں کہ تمہیں اس سے استفادہ کرنا ممکن نہ ہو۔ میں تمہیں توحید اور راست عمل کی طرف بلا رہا ہوں۔ ان دونوں پر عقلی اور نقلی دلائل دلالت کرتے ہیں۔

امام بیضاوی اَنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

لَسْتُ مَلَكًا وَلَا جِنِّيًا لَا يُمْكِنُكُمُ التَّلَقِّيْ مِنْهُ وَلَا اَدْعُوْكُمْ اِلٰى مَا تَنْبُوْعَنْهُ الْعُقُوْلُ وَالْاَسْمَاعُ وَاِنَّمَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى التَّوْحِيْدِ وَالْاِسْتِقَامَةِ فِي الْعَمَلِ وَقَدْ يَدُلُّ عَلَيْهِمَا دَلَائِلُ الْعَقْلِ وَ شَوَاهِدُ النَّقْلِ۔

(بیضاوی ۵/۱۰۶ مطبوعہ دار الفکر)

مطلب یہ بنا کہ میں فرشتہ نہیں ہو کہ جس سے تمہیں حاصل کرنا محال ہو۔ میں تو انسان ہوں جو تمہارے سامنے بول رہا ہوں۔ تم میں تو فرشتے سے حاصل کرنے کی صلاحیت ہی نہیں۔ استعداد و قابلیت ہی نہیں رکھی۔ فرشتے سے وحی حاصل کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ وحی کئی طرح سے آتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَحْيَانًا يَّاْتِيْنِيْ مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ (بخاری حدیث نمبر ۲)

میرے پاس وحی کبھی گھنٹی کی آواز کی طرح آتی ہے۔

www.SirateMustaqeem.net

کبھی وحی اس آواز کی طرح آتی ہے جیسے کسی پتھر پر کوئی زنجیر رگڑے جانے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے تو کبھی وہ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح کی آواز ہوتی ہے۔ اگر انسان کو خود اس آواز یا بھنبھناہٹ کی آواز سمجھنا پڑتی تو کبھی سمجھ نہ میں آتی۔

الم۔ اسے کبھی سمجھ میں نہ آتا کہ اس کا تلفظ کیا ہے؟

ذَالِکَ الْکِتَابُ ۔ اسے یہ کبھی سمجھ میں نہ آتے۔

یہ سرکار کی صلاحیت کا کمال ہے کہ جو گھنٹی یا شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی آواز ہے اس سے کلام الٰہی کو سمجھا اور آگے سمجھایا۔

فرمایا کہ کیا اب بھی تمہیں سمجھ نہیں آرہی۔ میں کوئی فرشتہ تو نہیں ہوں جس کی آواز تمہیں سمجھ نہ آرہی ہو۔

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ

لہٰذا یہ کیوں کہتے ہو کہ ہمیں سمجھ نہیں آتی اور ہمارے کانوں میں پردے ہیں

بَیْنِنَا وَ بَیْنِکَ حِجَابٌ۔ (پ ۲۴، سورۃ حم السجدہ، آیت ۵)

آپ اور ہم میں کئی پردے ہیں۔

جن بھی اس فضا میں ہوتے ہیں اور فرشتے بھی موجود ہیں لیکن نہ ہمیں جن نظر آتے ہیں نہ فرشتے کیوں کہ درمیان میں حجاب ہے' پردے ہیں اور پردے بھی ہم سے پوشیدہ ہیں۔

وہ یہ ظاہر کر رہے تھے کہ آپ کی تبلیغ کا ہم پر کیا اثر ہوگا' آپ کوئی اور مخلوق ہم کوئی اور کیونکہ آپس میں لینے دینے کی کوئی مناسبت ہی نہیں ہے اس لئے ہم فیض کیسے حاصل کریں اور آپ کیسے تقسیم کریں۔ لیکن انہیں یہ پتہ نہیں تھا کہ یہ وہ محبوب ﷺ ہیں:

؎ اِدھر مخلوق میں شاغل اُدھر اللہ سے واصل
خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدّد کا

یہ ہے ماقبل اور کہاں یہ بات کہ مدینہ شریف میں کوئی قوم پیدا ہوگئی ہو کہ جنہوں نے کہا ہو کہ ہمارے پیغمبر تو خدا کا نور ہیں اور اللہ نے یہ وحی کی ہو کہ انہیں فرماؤ

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ

یہ نور کی بات نہ کرو اور کہو کہ میں تو بشر ہوں۔

سورج مغرب سے طلوع ہو سکتا ہے مگر خدا کی قسم یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ ایسا شان نزول ہو۔

اس مقام پر اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ میں دوسری بات یہ تھی کہ فرمایا جو کچھ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں وہ ایسی نہیں ہے کہ عقول سے بالاتر ہو اور اس کی سمجھ نہ آئے میں جو کچھ بولتا ہوں اس پر عقلی دلائل بھی موجود ہیں۔

میں جو کہہ رہا ہوں کہ خدا ایک ہے، وہ موجود ہے، وہ زمین و آسمان کا خالق و مالک ہے۔ وہ بندہ جو عقل اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے وہ تھوڑا سا بھی غور و فکر کرے تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ یہ زمین و آسمان کا نظام خود نہیں چل رہا۔ یہ موسموں کا بدلنا، یہ سورج کا وقت معین پر طلوع و غروب ہونا، یہ ستاروں کی انجمن کا مسکرانا، یہ چاند جیسے خوبصورت گیند کا آسمان جیسی وسیع و عریض گراؤنڈ میں ایک نظم و ضبط کے ساتھ چلتے رہنا۔ یہ سارا نظام کائنات انسانی عقل کو مجبور کرتا ہے کہ وہ خدائے واحد کو مان لے جس کے مقابلے میں کوئی دوسرا خدا نہیں کہ اس نظام کائنات میں گڑ بڑ پیدا کر سکے

گویا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میں انسان ہوں اور جو

www.SirateMustaqeem.net

بات کرتا ہوں وہ انسانی عقل کے مطابق ہے۔ میں جس بات کی دعوت دے رہا ہوں وہ ایسی نہیں کہ اس کو سمجھنے کیلئے کسی ملک (فرشتہ) کی ضرورت ہو یا ملکوتی طاقت کی ضرورت ہو۔ میری دعوت تمہاری عقول سے بالا نہیں ہے''۔

عقول کے مطابق ہے۔ لہذا فرمان ہوا:

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ

یعنی اے لوگو! میں تمہاری مثل بشر ہوں۔ تمہاری عقل سے ماوراء صلاحیتوں کے باوجود تمہیں تمہاری عقل کی رسائی کے مطابق پیغام دے رہا ہوں۔

اس مقصد کی وضاحت کیلئے مزید چند تفاسیر کے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

تفسیر قرطبی میں ہے:

ای لَسْتُ بِمَلَكٍ بَلْ اَنَا مِنْ بَنِيْ آدَمَ (قرطبی ۲۰۳/۸)

میں فرشتہ نہیں ہوں (کہ میری باتوں کی تمہیں سمجھ نہ آئے) بلکہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہوں۔

تفسیر ابن جریر میں ہے اس آیت کا مطلب یہ ہے:

قُلْ يَا مُحَمَّدُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ لِهٰؤُلَاءِ الْمُعْرِضِيْنَ عَنْ آيَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ قَوْمِكَ اَيُّهَا الْقَوْمُ مَا اَنَا اِلَّا بَشَرٌ مِّنْ آدَمَ مَثَلُكُمْ فِي الْجِنْسِ وَالصُّوْرَةِ وَالْهَيْئَةِ لَسْتُ بِمَلَكٍ ۔(ابن جریر ۱۱۶/۱۲)

اے رسول صلی اللہ علیک وسلم اپنی قوم کے ان لوگوں سے فرما دو جو اللہ تعالیٰ کی آیات سے اعراض کرنے والے ہیں کہ میں بنی آدم میں سے انسان ہوں۔ جنس، صورت، ہیئت میں تمہاری مثل ہوں، میں فرشتہ نہیں ہوں۔

کشاف میں تو ماقبل کے لحاظ سے معنیٰ کو بالکل واضح کر دیا گیا ہے۔

صاحب کشاف نے سوال کیا ''اس آیت اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ کا ما قبل ''وَ قَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْٓ اَکِنَّۃٍ سے تعلق کیا ہے؟''

جواب میں کہا ''قُلْتُ مِنْ حَیْثُ اِنَّہٗ قَالَ لَھُمْ اِنِّیْ لَسْتُ بِمَلَکٍ وَ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ'' (کشاف ۳/۴۴۳)

تم یہ کیوں کہتے ہو کہ ہمارے دل غلاف میں ہیں اور ہمارے تمہارے درمیان حجاب ہوں کیونکہ میں فرشتہ نہیں ہوں تو تمہاری مثل بشر ہوں۔

تمہاری پردوں والی بات غلط ہے۔

قرآنِ مجید برہانِ رشید کے اسلوب نے کس انداز سے اس آیت کے صحیح مفہوم کو واضح کر دیا۔ جو لوگ یہاں فکری واردات کرتے ہیں ان کے پاس ایسا کوئی شانِ نزول اور اسلوب موجود ہی نہیں۔

قرآنِ مجید کی آیت ''اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ'' پڑھے گا اسے قَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْٓ اَکِنَّۃٍ پڑھنا پڑھے گا کہ کیا موقع تھا' بات کیا تھی' ضرورت کیا تھی؟

اسکول میں ایک استاد پڑھاتا ہے۔ کوئی طالب علم استاد سے اپنے گھر کا خرچ مانگے اور وہ استاد کہے میں تو صرف استاد ہوں۔ اب اس کا پس منظر چھوڑ کر یہ بات اس طرح بیان کی جائے کہ وہ کہتا ہے کہ میں کسی کا باپ نہیں' میں کسی کا بیٹا نہیں' میں کسی کا مرزوق نہیں' میں تو صرف استاد ہوں۔ اب اس پس منظر کو دیکھنا پڑے گا کہ وہ کس لحاظ سے کہہ رہا تھا کہ میں صرف استاد ہوں۔ نہ یہ کہ وہ ساری جہات کے لحاظ سے اعلان کر رہا تھا کہ میں اور کچھ بھی نہیں ہوں۔ میں نہ کسی کا باپ ہوں نہ بیٹا۔ میں تو

صرف استاد ہوں۔ جب پس منظر اور اسلوب کو دیکھا جائے گا تو صحیح بات کا پتہ چلے گا سرکار مدینہ جو فرما رہے ہیں کہ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ (میں تو محض بشر ہوں) اس کا پتہ کرنا پڑے گا کہ کس موقع اور کس کے جواب میں فرما رہے ہیں۔

آپ رسول ہیں، ختم المرسلین بھی ہیں، صاحب قرآن بھی ہیں، والشمس اور والضحیٰ بھی ہیں۔ یٰسین اور طٰہٰ بھی ہیں۔ بشیر اور سراج منیر بھی ہیں۔ آپ بے شمار صفات سے متصف ہیں۔ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ کہیں کہ میں صرف بشر ہوں اور کچھ بھی نہیں ہوں۔

لہٰذا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ میں جو حصر کیا کہ میں صرف بشر ہوں تو دیکھنا پڑے گا کہ ماقبل میں بات کیا ہو رہی تھی؟

اب یہ جو بشری لباس کا اظہار فرمایا ہے تو اس سے خالق کائنات نے ہرگز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کی نفی نہیں کی ہے۔ یہ اس کی حکمت کا تقاضا ہی نہیں ہے۔ اگر یہ بھی بشر محض ہیں تو دوسرے بشروں کا صلصلۃ الجرس سے ذالک الکتاب سمجھ کیوں نہیں آتا؟

اگر یہ بھی عام بشروں کی طرح محض بشر ہیں تو پھر درمیان میں فرشتے کی کیا ضرورت ہے؟ رسول کی کیا ضرورت ہے؟ ہر بشر وہ آواز سمجھ لے، وہ بھنبھناہٹ سمجھ لے، یہ سمجھنے کی صلاحیت اور استعداد صرف پیغمبر میں ہوتی ہے۔

وحی کے نزول کے وقت دو باتوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے کہ یا تو فرشتہ عبدیت میں آتا ہے یا پیغمبر علیہ السلام ملکوتیت میں چلے جاتے ہیں اور مناسبت قائم ہو جاتی ہے۔ اس طرح فیض حاصل کر کے آگے مخلوق کو تقسیم فرما دیتے ہیں۔

محتشم سامعین حضرات! اسلوب کو ذہن میں رکھئے' یہ صرف اسلوب کے لحاظ سے بحث ہے۔ باقی احادیث' صحابہ کرام کے اقوال' آئمہ لغت کی تصریحات جو آپ کی نورانیت سے متعلق ہیں' وہ ایک مستقل باب ہے۔ پورے قرآن مجید میں آپ کو کوئی مقام ایسا نہیں ملے گا کہ جس سے آپ کی نورانیت کی نفی ثابت ہوتی ہو بلکہ جس کو وہ اپنے دعویٰ میں پیش کریں گے وہیں سے آپ کی نورانیت ثابت ہو جائے گی۔

اس مقام پر تیسرا اہم مرحلہ یہ ہے کہ مفسرین نے اس کو تواضع قرار دیا ہے۔ خالق کائنات جل جلالہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اظہار تواضع کیلئے یہ حکم دیا کیونکہ آپ کے معجزات وکمالات ایسے تھے کہ خدشہ تھا کہ لوگ عیسائیوں کی طرح کہیں آپ کو بھی الہ ماننا شروع نہ کر دیں۔ اس لئے اظہار تواضع کیلئے اس بات کو ظاہر کرتے تھے۔ یہ ٹھیک ہے کہ میرے ہاتھ پھیرنے سے آنکھیں درست' زخم مندمل' ٹوٹے اعضاء جڑ جاتے ہیں۔ میرے اشارے پر درخت جڑ سے اکھڑ کر دوڑے آتے ہیں۔ چاند دو ٹکڑے ہو جاتا ہے اور سورج واپس پلٹ آتا ہے۔ جانور میری گواہی دیتے ہیں' کنکریاں میرا کلمہ پڑھنے لگتی ہیں۔ پتھر مجھے سلام عرض کرتے ہیں لیکن یہ یاد رکھنا کہ میں کسی لحاظ سے بھی الہ نہیں ہوں' الہ کا بندہ ہوں۔

اب معترض یہ ہے کہ جب سرکار نے خود اپنے آپ کو بشر کہا' قرآن مجید نے بشر کہا' تو ہمارے بار بار بشر کہنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ مخالف کیمپ کی سوچ ہے۔ یاد رکھیں کہ ایک لفظ جو بطور عاجزی بولا جاتا ہے۔ اس کا اظہار دوسروں کیلئے درست نہیں۔ آپ ایک بزرگ شخصیت کے پاس گئے' ان سے کہا کہ میرے لئے دعا کریں۔ انہوں نے کہا کہ میں تو بڑا گنہگار بندہ ہوں ' میں آپ کیلئے کیا دعا

کروں۔ یہ ان کا تو اظہار عاجزی ہے لیکن آپ سن کر اشتہار چھپوا کر لگوا دیں کہ وہ فلاں گنہگار صاحب آرہے ہیں۔تو کیا یہ کہنا جائز ہوگا؟ کیا عقل اس کی اجازت دیتی ہے؟ کسی کا خود اپنی زبان سے گنہگار کہنا اور ہے اور آپ کا اس کو اخبار بنالیا اس کا اور مطلب اور حیثیت ہے۔ جب مفسرین نے اس سے اظہار تواضع مراد لیا ہے جیسا کہ اس آیت کی تفسیر میں قرطبی میں ہے:

قَالَ الْحَسَنُ عَلَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى التَّوَاضُعَ (قرطبی ۸/۳۰۳)

حسن نے کہا یہ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ تواضع ہے جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھائی ہے۔

تو پھر تواضع کا تقاضا ہے کہ آپ خود تو یہ بولیں مگر ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم بھی بار بار انہیں اس بات کا حوالہ دیں کہ آپ بھی ہمارے ہی جیسے ہیں (معاذ اللہ) اور اصرار کریں کہ بس یہی ان کا مرتبہ ہے اور کچھ بھی نہیں۔ وہ ہم جیسے ہی ہیں۔ وہ بس معاذ اللہ ڈاکیے کی طرح ہیں۔ انہیں کچھ اختیار نہیں' انہیں دیوار کے پیچھے کا علم نہیں۔ اس طرح کی بکواسات اسی وجہ سے ہیں کہ ان کے مقام کو مدنظر نہیں رکھا جاتا۔

یاد رکھیں کہ یہاں یہ باتیں بڑی قابل غور ہیں۔

جو شخص یہ آیات پڑھتا ہے' اسے کیوں پڑھتا ہے؟ اس پڑھنے کے پیچھے محرک کیا ہے؟ درس دیتا ہے تو اسی موضوع پر دیتا ہے۔ تقریر کرتا ہے تو اسی موضوع پر کرتا ہے۔ جہاں بیٹھتا ہے یہ آیات پڑھتا ہے۔ کیوں یہ کرتا ہے؟

اگر محرک یہ ہو کہ لوگوں کو یہ معلوم ہی نہ ہو کہ وہ انسان تھے یا الہ؟

اس کے جواب میں ضرورت کے تحت یہ بولنا کہ وہ انسان ہیں' بشر ہیں' اس

بولنے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اس کی ضرورت ہے ہی نہیں کیونکہ ایک بچہ بھی جانتا ہے کہ وہ فرشتہ یا جن نہیں تھے بلکہ انسان تھے۔ وہ خدا نہیں خدا کے بندے ہیں۔ کسی نے یہ جسارت نہیں کی کہ انہیں الہ یا الہ کا جزو کہے' انہیں خالق کائنات یا خالق کائنات کا بیٹا کہے۔

اگر محرک یہ ہے کہ لوگ انہیں مافوق الفطرت انسان سمجھتے ہیں ہر ایک کے دل پر ان کا ایک بلند و مقام نقش ہے۔ اور ہم نے کوشش کر کے انہیں ایک سطحی انسان ثابت کرنا ہے' وہ بھی ہم جیسے ہیں ' ان میں اور ہم میں کوئی فرق نہیں۔ اس نیت سے اگر کوئی قرآن پاک کی آیات پڑھتا ہے تو میں کہتا ہوں ہو سکتا کہ اسے ایک حرف پر دس نیکیاں ملنے کی بجائے سو گناہ اس کے نامہ اعمال میں لکھے جائیں۔

ایک محرک یہ ہے کہ جب ایک لفظ ہے تو بولنے میں کیا حرج ہے؟

کوئی لفظ ہوتا ہے لیکن بولا نہیں جاتا۔ کیا یہ سب کا عقیدہ نہیں کہ خنزیروں کا خالق بھی اللہ ہے۔ لیکن کیا کسی نے اللہ کی تعریف کرتے ہوئے کبھی یہ کہا ہے۔

اَحْمَدُکَ یَا خَالِقَ الْخَنَازِیْر

اے خنزیروں کے خالق میں تیری تعریف کرتا ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ خنزیروں کا بھی خالق ہے لیکن تعریف تو یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب' میں تیری تعریف کرتا ہوں۔

یاد رکھیں! آیات حق ہیں' پڑھنا بھی حق ہے مگر تلاش کرو محرک کیا ہے؟ اس کے پیچھے سبب کیا ہے؟

اگر ایسا موقع کبھی پیدا ہو جائے کہ کوئی شخص ڈٹا ہوا ہے کہ وہ خدا ہیں' الہ ہیں

۔ پھر آپ یہ آیات پڑھیں کہ وہ اللہ نہیں بلکہ بشر ہیں' انسان ہیں لیکن ایسا کوئی جھگڑا چل ہی نہیں رہا۔ ان کو انسان ماننا یہ ایمان کی شرط اوّل ہے۔ اس کے بغیر دین آ ہی نہیں آ سکتا۔ مگر وہ جو انسان کامل ہیں' اپنی منحوس شخصیتوں کے ساتھ ان کی مماثلت اور ہمسری کرنا' یہ ہرگز ایمان کا تقاضا نہیں ہے۔ یہ گستاخی ہے' توہین ہے۔

اگرچہ ان کا عظمت والا بشر ہونا' ان کی فضیلت ہے لیکن اس کے بیان کا موقع ہونا چاہیئے' انداز ہونا چاہیئے' بیان کے سبب کا پاک ہونا چاہیئے' نیت کا صاف ہونا چاہیئے۔

یہ حقیقت ہے کہ اللہ خنزیروں کا خالق ہے مگر اس کی تعریف کرتے ہوئے یہ کہا جاتا ہے میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جو رسولوں کا خدا ہے' جو پیغمبروں کا خدا ہے' جو صدیقوں کا خدا ہے' جو شہیدوں کا خدا ہے' جس نے بندۂ مومن کو ایمان دیا' تقویٰ دیا' جو کھانے کو دیتا ہے' پینے کو دیتا ہے۔ جو رب ہے' رحیم ہے۔ اس کی ہزاروں صفات اور بھی ہیں' انہیں ذکر کیا جائے گا۔

آج کے وہ لوگ جو ان آیات کی بار بار رٹ لگاتے ہیں ان کا محرک یہ ہے کہ وہ شیطان سے معاہدہ کر بیٹھے ہیں کہ (معاذ اللہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو گھٹانا ہے۔ اگر ہم اپنی طرف سے کچھ کہیں گے تو لوگ نہیں مانیں گے۔ قرآن پاک کی آیات کا غلط استعمال کر کے ان کی عظمت کو عام سطح پر عام انسان کے برابر کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن :

؎ مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے' نہ مٹے گا یہ چرچا تیرا

اب لفظ بشر کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان کو کم کرنے' گھٹانے کیلیۓ استعمال کرنا' یہ مفہوم قرآن پر واردات ہے اور حق بیان کرنے کیلیۓ اسے بیان کرنا یہ قرآن مجید کا اپنا تقاضا ہے۔

میری دعا ہے کہ خالق کائنات جل جلالہ ہمیں قرآن وسنت کا صحیح فہم عطا فرمائے اور اسے آگے تقسیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

مردِ حق آگاہ حضرت میاں غلام اللہ صاحب ثانی لا ثانی رحمۃ اللہ علیہ

از: علامہ محمد اشرف آصف جلالی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

وہ اولیاء کرام ہی ہیں جنہوں نے برصغیر پاک و ہند کے سوئے ہوئے ضمیر کو بیدار کیا اور سرزمین ہند میں سجدوں کی تخم ریزی کی۔ انہیں کی آہ صبحگاہی کے سوز نے انسانی قلوب واذہان کو مسخر کیا اور شبستان ہند کو ایوان صبح بنا دیا۔

واقف رموز طریقت، چراغ بزم نقشبندیت، مظہر فیوض شیر ربانی، ثانی لا ثانی حضرت قبلہ میاں غلام اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ایسے ہی عظیم لوگوں میں سے ہوتا ہے۔ آپ ۱۳۰۹ھ/ ۱۸۹۱ء کو گہوارہ معرفت شرقپور شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا اسم شریف حضرت میاں عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ حضرت قبلہ ثانی صاحب کی عمر ابھی پانچ سال ہی تھی کہ والد گرامی کا وصال ہو گیا۔ چنانچہ آپ کی تمام تر پرورش برادر اکبر شہباز طریقت برہان شریعت حضرت شیر ربانی قبلہ میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ ہوئی۔

آپ نے میٹرک کا امتحان پاس کر لینے کے بعد طبیہ کالج لاہور سے حکیم حاذق کا کورس کیا۔ ابتداءً ملازمت بھی اختیار کی۔ لیکن حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ ان باتوں کو ناپسند کیا۔ وہ آپ کو ایسا معالج بنانا چاہتے تھے جس کی نگاہ سے مردہ دلوں کو حیات نصیب ہو اور غفلت شعاروں کو ذوق طاعت میسر ہو، آپ کو ان کیفیات کا امین بنانا چاہتے تھے جن سے بندے کو قرب ایزدی کی چاشنی ہر وقت محسوس ہوتی ہے۔ وہ آپ کو ایسی ردائے

فقر دینا چاہتے تھے جس کے سامنے شہنشاہوں کے تاج ماند پڑ جائیں۔ چنانچہ یوں ہی ہوا حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت کے زیر سایہ ایک روحانی کردار کے خدوخال عجیب شان سے ابھرے۔

برگ گل پہ رکھ گئی شبنم کا موتی بادِ صبح
اور چمکاتی ہے اس موتی کو سورج کی کرن

حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی نرینہ اولاد نہیں تھی۔ چنانچہ آپ نے حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی جانشینی کو اہل بھی بنایا اور خلافت بھی عطا فرمائی۔ حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس امانت کی حفاظت اور اس کی برکات کو بانٹنے میں حق ادا کیا۔ کتنے ایسے لوگ تھے جو صراط مستقیم سے نا آشنا زندگی بسر کر رہے تھے۔ حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں راہ حق کا راہی بنا دیا۔ کتنے ایسے افراد تھے جو فسق و فجور میں مبتلا رہتے تھے آپ نے انہیں دولت تقویٰ کے لحاظ سے صاحب نصاب بنا دیا۔ آپ نے قرآن و سنت کا نور پھیلانے کیلئے جامعہ حضرت میاں صاحب قائم کیا۔ جہاں سے گراں قدر علماء کرام تیار ہوئے۔ آپ نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کے حصہ لیا اور مسلمانان برصغیر کی راہنمائی فرمائی۔

۷ ربیع الاوّل شریف ۱۳۷۷ھ، ۱۹۵۷ء ۱۲ اکتوبر کو آپ کا وصال ہوا اور حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں آپ کو دفن کیا گیا۔

آپ کے عظیم مشن کو آپ کے بلند ہمت فرزندان نے آگے بڑھایا۔ آپ کے فرزند اکبر حضرت میاں غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا ہے اور آپ کے دوسرے فرزند حضرت میاں جمیل احمد صاحب زید مجدہٗ علالت طبع کے باوجود بہت سے دینی، مسلکی، ملی، تبلیغی، علمی اور روحانی امور کو ایک تحریک کی صورت میں آگے بڑھا رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہم پر تا دیر قائم رکھے۔ آمین